

## مختصر مضمون

اردو میں مختصر مضمون نگاری کا آغاز سر سید سے ہوتا ہے۔ انھوں نے اس صنف کو سماجی اصلاح کے ایک وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے بعد مضمون نگاری بھی ایک صنف کی حیثیت سے رائج ہو گئی۔ سماجی موضوعات کے علاوہ علمی، ادبی، فلسفیانہ اور دیگر موضوعات پر بھی مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔ حآلی، شبلی، محمد حسین آزاد، نذیر احمد، میر ناصر علی، نیاز فتح پوری، رشید احمد صدیقی، مرزا فرحت اللہ بیگ، محفوظ علی بدایونی، ابوالکلام آزاد، خواجہ غلام السید یعنی وغیرہ اردو کے اہم مضمون نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔

مختصر مضمون کی ایک شکل انشائیہ کہلاتی ہے۔ انشائیہ اور مضمون میں کوئی خاص فرق نہیں۔ لیکن عام طور پر انشائیہ میں مزاج اور طنز یا خوش مزاجی کارگنگ ہوتا ہے اور انشائیہ نگار کثر با تیں اپنے حوالے سے، یا کثر اپنے ہی بارے میں، بیان کرتا ہے۔

# عبدالحليم شریر

(۱۸۶۰ء - ۱۹۲۶ء)



عبدالحليم نام اور شریر تخلص تھا۔ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور ان کی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی۔ بعد میں ان کے والد حکیم تفضل حسین نے ان کو کلکتہ میاہر ج بلایا۔ بہاں حکیم صاحب، واحد علی شاہ کی ملازمت میں تھے۔ اہل علم کا بھی اپنچا مجتمع تھا، شریر کی علمی نشوونما یہیں ہوئی۔ انھوں نے اردو، فارسی، انگریزی اور عربی میں مہارت حاصل کر لی۔ ۱۸۷۰ء میں شریر کو پھر لکھنؤ واپس آنا پڑا۔

لکھنؤ آ کر شریر نے اپنا علمی مشغله برابر جاری رکھا، مختلف اہلِ کمال سے فیض حاصل کرتے رہے۔ ۱۸۷۹ء میں وہ مزید تعلیم کے لیے دہلی گئے۔ دہلی پہنچ کر شریر نے نہ صرف تعلیم حاصل کی بلکہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

دہلی سے لکھنؤ واپس آنے کے بعد ۱۸۸۱ء میں انھوں نے ”اوڈھ اخبار“ کی ملازمت کر لی جس میں برابر مضمایں لکھتے رہے۔ ۱۸۸۷ء میں شریر نے اپنارسالہ دل گداز جاری کیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس رسالے میں ان کے ناول ”ملک العزیز ورجنا“، ”حسن انجلینا“، ”منصور موہنا“، ”قطط وار شائع ہونے لگے۔ کچھ مدت بعد مالی تنگیوں کی وجہ سے ان کو حیدر آباد جانا پڑا۔ بہاں رہ کر انھوں نے تاریخ سندھ لکھنی شروع کی۔ نواب وقار الامر انے ان کی قدردانی کی اور اپنے بیٹے کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں الگستان بھیج دیا جہاں تین سال تک قیام رہا اور انھوں نے فرانسیسی زبان بھی سیکھ لی۔ واپس آ کر حیدر آباد سے دل گداز جاری کیا۔ ۱۹۰۹ء میں وہ لکھنؤ واپس آگئے اور انھوں نے یہیں وفات پائی۔

عبدالحیم شریز نے اردو میں تاریخی ناول کی ابتدائی۔ اس کے علاوہ انہوں نے ڈرامے بھی لکھے جن میں ایک منظوم ڈراما بھی تھا۔ ”گذشتہ لکھنؤ“، نامی کتاب میں انہوں نے نوابی لکھنؤ کے آخری زمانے کی تہذیب کا بہت دلچسپ اور معلومات افروز مرقع پیش کیا ہے۔

## دیہات کی زندگی

اے شہر کے عالی شان ملکوں میں رہنے والو! تھیں نہیں معلوم کہ دیہات کے رہنے والے دنیا کا کیا لطف اٹھاتے ہیں۔ تم ایک منزلِ عشرت میں ہو۔ عالم کی نیرنگیاں تمہاری نظر سے بہت کم گزرتی ہیں۔ جس مقام پر تم ہو وہاں صبح و شام کی مختلف کیفیتیں بھی اپنا پورا پورا اثر نہیں دکھا سکتیں۔ تھیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ آفتاب کب نکلا اور کب غروب ہوا۔ ہوا کس طرف کی چلی اور کیا بہار دکھائی۔ مگر غریب دیہات والے تھیں تم اکثر خمارت کی نظر سے دیکھتے ہو وہ ان امور کا ہر وقت اندازہ کرتے رہتے ہیں۔ ہر صبح انھیں ایک نیا لطف دیتی ہے اور ہر شام سے انھیں ایک نئی راحت نصیب ہوتی ہے۔

گاؤں کے جفاکش رہنے والے صبح کے تارے ہنوز جھملانا بھی نہیں پاتے کہ وہ اپنی رات کی راحت سے اکتا چلتے ہیں، ایسے وقت میں نیم کے خوشگوار اور نازک جھونکے آتے ہیں اور بڑے ادب کے ساتھ انھیں جگانے لگتے ہیں۔ اس وقت ان کے ناز اور بادی سحر کے نیاز دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ صبح کی ہوانہایت شفقتی کے ساتھ جگاتی ہے اور وہ نہیں جا گتے۔ صرف کروٹیں بدلت کر رہ جاتے ہیں۔ بادی سحر یوں ہی اصرار کرتی ہوتی ہے کہ صبح کے نقیب مرغان سحر اٹھتے ہیں اور انھیں اٹھاتے ہیں۔ غریب محنت پسند لوگ تازہ دم اٹھ بیٹھتے ہیں۔ وقت کی کیفیتوں کو نہایت غور سے بڑے لطف کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ ان کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ جھونپڑیوں سے باہر نکلے، آسمان کو دیکھا جس میں تارے جھملارہ ہے تھے۔ افقِ مشرق پر نظر ڈالی جو رات بھر کے چمکے ہوئے تاروں پر غالب آئی جاتی تھی۔ کچھ کچھ نمودار ہونے والے درختوں کو دیکھا جن پر چڑیاں چپچھا رہی تھیں۔ یہ سماں انھیں اپنی خوبیاں دکھا کر بے خود کرنے کو تھا کہ انہوں نے اپنے دن کے

کام کو یاد کیا۔ آگے بڑھے اور رات کی دبی ہوئی آگ پر گردی ہوئی پتیاں جمع کر کے آگ جلائی۔ تاپ تاپ کے افسرده ہاتھ پاؤں کو گرمایا اس کے بعد پاس کے شکنہ جھونپڑے میں جا کے بدل کھولے اور عین اس وقت جب کہ آفتاب کی کھڑی کھڑی کرنیں مشرقی کنارہ آسمان سے اوپر کو چڑھتی نظر آتی ہیں۔ یہ لوگ لمبے لمبے ہلوں کو کاندھے پر رکھ کر کھیتی کی طرف روانہ ہوئے۔ کھیتوں کی مینڈوں پر جارہے ہیں۔ اور زمین کی فیضیاں کوکس سمرت اور خوشی کی نظر سے دیکھتے جاتے ہیں۔ ہرے ہرے کھیت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے چلنے سے لہر ار ہے ہیں۔ نظر اس خوشگوار سبزی پر عجب لطف کے ساتھ کھلیقی ہوئی دور تک چلی جاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے پودے جو خدا کے پاس سے دنیا والوں کی روزی لیے آتے ہیں کس قدر شکافتہ اور بشاش نظر آتے ہیں۔ رات کا برقہ اڑھا کر آسمان نے انھیں اور زیادہ خوبصورت بنادیا ہے۔ کیونکہ تاروں کی چھاؤں میں اس وقت ان کی نازک اور چھوٹی پتیوں پر شبتم کے موئی جھلک رہے ہیں ایک عالم جو اہر ہے جس پر جملہ لاتے ہوئے تاروں کی شعاعیں خدا جانے کیا کیفیتیں دکھاری ہیں۔ ان بھاکشوں نے اس وسیع میدان کو نہایت شوق سے دیکھا جو اس وقت تو صرف ان کی نظر ہی کو خوش کرتا ہے مگر اصل میں قدرت کے ہدیے اور نیچر کے تھے ہر جاندار کو اس کی فیاضیوں سے ملتے ہیں۔ یہ لوگ کھیتوں میں پہنچ کر اپنی غفلت پر نادم ہو گئے کیونکہ اور لوگ ان سے پیشتر پہنچ چکے تھے۔ یہ لوگ تروتازہ کھیتوں میں منتشر ہو گئے۔ آفتاب کی کرنوں نے جو امیر غریب سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہے کھیتوں کی مینڈوں اور کنوؤں کے کناروں پر ان کا خیر مقدم کیا۔

اب یہ لوگ اپنے کام میں مصروف ہیں کہ نیچر کے جذبات بھی ان پر اپنا اڑھنیں ڈال سکتے اور قدرت کی بہار بھی ان کی دل فربی کرنے سے عاجز ہے۔ وہ ہر اہر سبزہ زار، وہ سہانا سماء، وہ صح کی بہار۔ وہ تروتازہ ہوا وہ اعلیٰ کرنیں، ایسی چیزیں ہیں جن کا شوق اکثر بے چین طبیعت والوں کو شہروں سے باہر کھینچ کر لے جایا کرتا ہے۔ بار بار ہم پر ایسی وحشت سوار ہوتی ہے کہ گھر سے دو تین کوس تک نکل گئے ہیں۔ مگر یہ لوگ اپنے روزانہ کے کاموں میں ایسے مصروف ہیں کہ ان

کیفیتوں کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے، زمین کی اس استعداد کے بڑھانے میں دل و جان سے سایی ہیں جو صرف ان کے لیے نہیں تمام دنیا کے لیے مفید ہے۔ جان توڑ کر محنت کر رہے ہیں۔ غریب کم قوت بیل جو شاید رزقِ رسانی عالم کی فکر میں دُبلے ہو گئے ہیں ان کے ہاتھوں کی مارکھاتے ہیں اور زمین کو پیداوار کے قابل بناتے چلتے ہیں۔ اپنی محنت آسان کرنے کے لیے یہ لوگ نہایت دردناک آواز میں کچھ گاتے جاتے ہیں اور ان کی آواز کھلے میدان میں گونج گونج کر ایک نئی کیفیت پیدا کرتی جاتی ہے، کنوں کے کنارے والے پانی نکال کر زمین کو سیراب اور چھوٹے چھوٹے درختوں کو زندہ کر رہے ہیں۔ دیکھو وہ کس شوق سے اس بات کے منتظر ہیں کہ ڈول اوپر آئے اور انڈیلیں اور جس وقت ڈول ان کے ہاتھ میں آ جاتا ہے کس جوش کے عالم میں چلا اٹھتے ہیں۔ پانی ان کی بڑی دولت ہے جس کی امید میں وہ آرزومند بن کر کبھی آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی کنوں کی طرف رخ کرتے ہیں۔

آفتاب پوری بلندی پر پہنچ کر نیچے کی طرف مائل ہوتا ہے اور جھکتے جھکتے افقِ مغرب کے قریب پہنچتے وقت باغِ عالم کی دلچسپیوں سے رخصت ہونے کے خیال میں زرد پڑ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آفتاب کی حالت اور وضع میں اختلاف ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ نہ تھکنے والے اور ڈھن کے پکے دہقان ایک ہی وضع اور ایک ہی صورت سے اپنا کام کیے جاتے ہیں۔ نہ محنت انھیں تھکاتی ہے نہ مشقت انھیں ماندہ کرتی ہے۔ نہ ڈھوپ سے پریشان ہوتے ہیں نہ کام کرنے سے اکتا تے ہیں۔ الغرض آفتاب غروب ہوتا ہے، دن ان سے رخصت ہوتا ہے اور یہ شام کی دلفریب کیفیتوں کا لطف۔ خوبی دیکھ کر یہ امید لگا کر کل کھیتوں کو آج سے زیادہ تروتازہ پائیں گے اپنے کھیتوں سے رخصت ہوتے ہیں۔ خوش خوش اس کچے اور کم حیثیت گھر میں آتے ہیں جسے ہم نہایت ذلت کی نگاہ سے دیکھا کرتے ہیں۔ بی بی، غربی کا کھانا اور فصل کے مناسب، غذا ان کے سامنے لا کر رکھ دیتی ہے اور تذدل سے خدا کا شکر ادا کر کے کھاتے ہیں اور دوسرے دن کی محنت کا خیال کر کے اپنے تیئیں سوریے ہی سُلا دیتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جس وقت شہروں کے پہر، دن چڑھتے تک

سونے والے سیہ کاراپنی شرمناک زندگی کے بُرے نمونے دکھانے کے لیے جاگتے ہیں۔ زاہد نمازِ عشا پڑھ کے سوچ کا ہے۔ بے فکرے کپیں اڑا رہے ہیں۔ شعرِ مضمون آفرینی کی فکر میں ہیں۔ امراء کے ملبوں میں کھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ بچے کھانیاں سن رہے ہیں۔ طباء کتاب پر جھکے ہوئے ہیں۔ میکش وہ پیاس بجھا رہے ہیں جو کمخت نہیں بجھتی ہے۔ سیہ کاربکاری کی دھن میں شہر کی سڑکیں اور گلیاں چھان رہا ہے اور جفا کش عجب میٹھی نیند میں غافل ہو گئے ہیں تاکہ تڑکے آنکھ گھلے۔ یہ پچھلا اطمینان اور یہ پچھی آسائش بے شک حمد کے قابل ہیں۔

گاؤں عموماً قدرت کا پتھر جلوہ گاہ ہوتا ہے۔ وہاں کے سین میں اپنی سادگی اور دل فریب کیفیتوں کے ساتھ انتہا سے زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں۔ اے شہر کے نازک خیال اور چاہک دست کاریگرو! وہاں تمہاری صنایعوں کی بالکل قدر نہیں۔ وہاں صرف قدرت کی کاری گری عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور خدا کی فیاضیاں بڑی کامیابی اور نہایت شوق کے ساتھ پسند کی جاتی ہیں۔ ان کی خوشی کا بیان بہت چھوٹا اور تنگ ہے۔ وہ بہت تھوڑے عرصہ میں خوش ہو جاتے ہیں اور ادنیٰ مسرت ان کی دل فریبی کے لیے کافی ہوتی ہے۔ وہ لہلہتے ہوئے سبزہ زار جنصیں وہ روز صح و شام آتے جاتے وقت دیکھا کرتے ہیں۔ ان کے مسرور کردینے کے لیے بہت کافی ہیں۔ وہ تروتازہ کھیت جن سے زیادہ پیداوار کی امید ہے ان کی خوشی کو اعتدال سے زیادہ بڑھادیا کرتے ہیں۔ دیہات کا چودھری اگرچہ اس کی حکومت چند کچے اور ٹوٹے چھوٹے مکانوں اور ایک ویسے میدان پر محدود ہے مگر اپنے حلقة کا پورا بادشاہ ہے۔ اس کے آگے وہاں کی محصر آبادی میں ہر ایک کا سر جھک جاتا ہے۔ اس کے راج کو ہر شخص بلا عندر تسلیم کر لیتا ہے۔ اس کے فیصلوں کی کہیں اپیل بھی نہیں ہوتی۔ مگر باوجود اس حکومت کے دیکھووہ کس بے تکلفی سے اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھا ہے۔ دنیاوی پر تکلف فرش کی ضرورت نہیں۔ میز کرنسی کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ قدرت کے سادے فرش اور خدا کی زمین پر اس کا دਬار لگا ہوا ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں کو اپنے رتبہ کے قریب ہی سمجھتا ہے۔ اسی لیے نہ وہ کسی مقام پر بیٹھتا ہے اور نہ گاؤں والے کسی ذلت کی گلہ پر بیٹھتے ہیں۔ بس یہ

حالت ہے کہ اگر عزّت ہے تو سب کی۔ اس کے گھر میں بھی وہی سامان اور فرنیچر ہے جو اس کے ماتحتوں کے گھر میں ہے۔ پیال اس کا نزم اور آرام دہ بچھونا ہے۔ کچھی مگر صاف اور لپی ہوئی کوٹھریاں اس کی خواب گاہ ہیں۔ جفاکش اور گھر گرہست بھومنیوں کے ہاتھ پاؤں اس کے خادم ہیں کوٹھریوں میں بھرا ہوا غلہ اس کی دولت ہے۔ چند بلے اور لاغر مویشی اس کا قیمتی سرمایہ۔ ایک کم حیثیت مکان اس کی کوٹھی ہے اور ارد گرد کے کھیت اور آس پاس کا سبزہ زار اس کا جانفرز اباغ ہے۔ گاؤں والوں کی یہ بات کس قدر قابل ذکر ہے کہ وہ ایک سادی اور بسیط حالت پر ہیں۔ ان کی کفایت شعاراتی کی زندگی کس صفائی اور اطمینان سے گزرتی ہے۔ ان کی فکریں ہمارے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ وہ ہمارے روپیہ پیسے کے بھی محتاج نہیں۔ ہمارا سکہ بھی ان میں بہت کم مروج ہے۔ کیونکہ ان کی نظر ہر وقت رُزاقِ مطلق کی طرف لگی رہتی ہے اس لیے وہ خدا کی بے واسطہ ضیافتیوں ہی سے سونے کا کام بھی نکال لیتے ہیں۔ غلہ اور ناج ان کا سکہ ہے۔ دنیا کی ہر چیز جوان کی ضرورتیں رفع کر سکتی ہے، غلہ کے عوض میں ان کو بہ آسانی اور بہ کفایت مل سکتی ہے۔

غریب دیہاتیوں کی یہ بات اس قابل ہے کہ ہم ان سے ایک کار آمد سبق لیں۔ اتفاق ان کی قوت ہے اور باہمی ہمدردی ان کا ہتھیار ہے۔ افلس اور آفات سماوی بھی بھی ان کی دشن ہو جاتی ہے۔ مگر وہ اس ہتھیار کو لے کر اٹھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ کھیتوں میں پانی پہنچاتے وقت وہ باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ کھیتوں میں بیج ڈالنے وقت وہ ایک دوسرے کو غلہ قرض دیتے رہتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک عالم کی فکر اپنے سر لیتے ہیں اور دنیا بھر کے لیے خود مصیبت میں چھپتے ہیں۔ ہم بے فکر ہیں اور اپنی اغراض اور بقائے زندگی کے اسباب بھولے ہوئے ہیں۔ مگر ہماری طرف سے اس کام کو وہ پورا کرتے ہیں۔ اس جفاکشی کے انعام میں خدا کی طرف سے انھیں جو کچھ ملتا ہے اس میں سے خود بہت کم لیتے ہیں اور سب ہمارے حوالے کر دیتے ہیں۔

ایک کسان کی زندگی پر غور کرو اور اس کی سالانہ محنت و مشقت کا اندازہ کرو کہ کس طرح جان توڑ توڑ کر اور اپنے تین مٹامٹا کر جفا کشی پر تلا رہتا ہے اور اس کے بعد یہ غور کرو کہ وہ کس لیے اس مصیبت میں پڑتا ہے تو معلوم ہو گا کہ وہ دنیا کا کتنا بڑا ہمدرد ہے اور حُبِّ ملک اس کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ بے شک وہ ساری دنیا کے لیے یہ محنت کرتا ہے اور اس سے زیادہ نوع انسان کا دوست دنیا بھر میں نہ ملے گا۔

اے ہمدردی! قوم کا لفظ بار بار زبان پر لانے والو! اگر اپنی کوششوں کا کچھ نتیجہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان غریب، جفا کش وہقانوں کی پیرودی کرو۔ قوم کی کھیتی روز بروز کملاتی جاتی ہے اور چند روز میں بالکل سوکھ جائے گی۔ تمہارا فرض ہے کہ جلدی اٹھو اور جس طرح ہو سکے اپنی راحت بیچ بیچ کر ان کھیتوں میں پانی پکنچا۔ قومی کھیت کے پودے یعنی موجودہ نسل بھی نہ سنبحل تو کہیں کے نہ رہو گے۔

عبدالحیم شریر

## مشق

### لفظ و معنی

عشرت : عیش

نیگی : حیرت پیدا کرنے کی قوت، وہ صفت جس سے لوگ تجہب یا فکر میں

پڑ جائیں

حتارت : عزت کی نگاہ سے نہ دیکھنا

امور : امر کی جمع، یعنی کام، باتیں

تحفہ	:	ہدیہ
محنتی	:	بخارش
ہنوز	:	اب تک
بادحر	:	صحیح کی ہوا
نقیب	:	اعلان کرنے والا
نمودار	:	ظاہر، نمایاں
سماءں	:	منتظر
افسردہ	:	اداس
فیاضی	:	دریادلی، سخاوت
بیاش	:	خوش
شعاعیں	:	کرنیں
منتشر	:	پھیلا ہوا، پھرا ہوا
وحشت	:	گھبراہٹ، دیوانگی
استعداد	:	الہیت، لیاقت
رزق رسانی	:	روزی پہنچانا
افق	:	وہ جگہ جہاں زمین و آسمان ملتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں
وضع	:	شکل، بناؤٹ
ماندہ	:	تحکما ہوا
میکش	:	شرابی
چاکبدست	:	مشاق، ہمزمند
صتائی	:	کارگیری

بسیط	:	پھیلا ہوا
مروّج	:	رانچ، جس کا چلن ہو
آفاتِ سماوی	:	آسمانی بلائیں
باقی رہنا	:	باقی رہنا
رُزِّاقِ مُطلق	:	خدا، جسے رزق دینے کا پورا اختیار ہے۔
ضیافت	:	دعوت

## غور کرنے کی بات

- شہری زندگی کے مقابلے میں گاؤں کی زندگی ماحولیاتی آسودگی سے پاک ہوتی ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے دکھنکھ میں شریک ہو کر فطری ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔
- دیہات کے ماحول میں فطرت اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔
- سادگی، جفا کشی، انسانی ہمدردی، آپسی بھائی چارہ اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا جذبہ دیہی زندگی کی اہم خصوصیات ہیں۔
- کسان دنیا کے انسانوں کی بھلائی کے لیے سخت محنت و مشقت کرتے ہیں۔ ملک کی ترقی میں ان کا اہم کردار ہوتا ہے۔

## سوالوں کے جواب لکھیے

1. دیہات کے رہنے والے زندگی کا کیا لطف اٹھاتے ہیں؟
2. شہر کے مقابلے میں گاؤں کی زندگی کس طرح مختلف ہوتی ہے؟
3. دیہی زندگی کی وہ کون ہی خصوصیات ہیں جن سے قوموں اور ملکوں کی ترقی ڈیکھ سکتے ہیں؟
4. اس سبق میں مصفف نے کسان کی زندگی کے کتنے پہلوؤں پر غور کرنے کا مشورہ دیا ہے؟

## عملی کام

اس مضمون کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

آپ نے کوئی گاؤں ضرور دیکھا ہوگا۔ اس پر ایک مضمون لکھیے۔

ذیل کے الفاظ میں جمع کی واحد اور واحد کی جمع بنائیے:

منزل، امور، تخفہ، جذبات، شاعر، امیر، کتاب، خادم، آفت، اسپاگ، اسپاہ،

اغراض، غریب

درج ذیل اقتباس کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھیے:

”گاؤں والوں کی یہ بات کس قدر قبل ذکر ہے کہ وہ ایک سادی اور بسیط حالت پر ہیں۔

ان کی کفایت شعاراتی کی زندگی کس صفائی اور اطمینان سے گزرتی ہے۔ ان کی فکریں ہمارے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ وہ ہمارے روپیہ پیسے کے بھی محتاج نہیں۔ ہمارا سکھ بھی ان میں بہت کم مردوج ہے۔ کیونکہ ان کی نظر ہر وقت رُزّاقِ مطلق کی طرف لگی رہتی ہے۔

اس لیے وہ خدا کی بے واسطہ ضیافت ہی سے سونے کا کام بھی نکال لیتے ہیں۔“